امام رضا علیہ السلام ایک تعارف

ڈاکٹر ریحان حسن

تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ انسانوں کو دو طریقوں سے اقتدار حاصل ہوا ہے یا تو یہ اقتدار منجانب اللہ حاصل ہوا یا ظلم وتعدّی کے ذریعے حاصل کیا گیا۔ اگر خالق کائنات کی طرف سے انسان کو اقتدار حاصل ہوا تو وہ عدل وانصاف پر مبنی تقاضوں کو پورا کرتا نظر آیا جیسا کہ حدیث میں منقول ہے ''وجعلنٰھم أئمّة یّھدون بأمرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصّلوٰة وایتاء الزّکوٰة وکانوا لنا عٰبدین [۱] '' اور ہم نے ان سب کو پیشوا قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور ان کی طرف کارِ خیر کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰة ادا کرنے کی وحی کی اور یہ سب کے سب ہمارے عبادت گذار بندے ہیں۔'' مگر جو اقتدار ظلم وتعدی کے ذریعے حاصل کیا گیا وہ عدل وانصاف سے حقیقی معنوں بہت دور نظر آیا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہوتا ہے وجعلنٰھم أئمّة یّدعون الی النّار ویوم القیٰمة لاینصرون [۲] '' اور ہم نے ان لوگوں کو جہنم کی طرف دعوت دینے والا پیشوا قرار دے دیا ہے اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائیگی۔'' کیونکہ جہنمی ائمہ کی سعی صرف یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح نمائندہ الٰہی کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنالیا جائے تاکہ ہوس اقتدار کی تکمیل میں کسی قسم کی کوئی کمی باقی نہ رہ جائے اور اس طرح اسے دین ودنیا کا بھی سلطان تسلیم کرلیا جائے۔ چنانچہ جب ہم تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہر فرعون وقت اسی نہج پر عمل پیرا نظر آتا ہے جیسا کہ جناب موسیٰؑ کے مقابلے میں فرعون نے ساحروں کے ذریعے موسیٰؑ کو زیر کرنے کی کوشش کی اور جب اس امر میں اسے ناکامی میسر ہوئی تو ان کے قتل کے درپئے ہوگیا۔ نمرود نے جناب ابراہیمؑ کو بتوں کی خدائی سے انکار کرنے پر نذرآتش کرنا چاہا لیکن اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح کفار قریش نے حضور اکرمؐ کو لالچ دے کر اپنا مطیع بنانا چاہا تو آپ نے صاف لفظوں میں انکار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اگر میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسرے ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیا جائے پھر بھی میں تعمیل حکم خداوندی سے باز نہ آؤں گا۔''

نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰؐ کے اس طرز عمل کو دیکھ کر کفار قریش ختمی مرتبت کو قتل کرنے پر

آمادہ ہوگئے اور جب اس امر میں بھی ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا تو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بیخ کنی کرنے لگے۔ اسی طرح مامون رشید نے بھی آٹھویں امامؑ کو اپنا تابع بنانے کی کوشش اس طرح کی کہ اپنا ولی عہد خلافت بنانے کا حتمی فیصلہ کیا اور اس غرض کے لئے اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل اور اس کے بھائی حسن بن سہل کو مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ امامؑ کو دار الخلافت ''مرو'' لے آئیں اور ان دونوں نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر بادشاہ وقت کا پیغام امام عالی مقام کو پہونچایا۔ امام رضاؑ نے عرضداشت کو مسترد کردیا لیکن بحالت مجبوری ماہ رجب ۲۰۰ ہجری میں مدینہ منورہ سے رخت سفر باندھا۔ امامؑ مدینہ سے غیر متعارف راستے سے عازم سفر ہوئے تاکہ امامؑ کے عقیدت مند مزاحمت نہ کریں لیکن جب آپ کی سواری قطع منازل کرتے ہوئے نیشاپور کے قریب پہونچی تو وارث حرمین کی زیارت کے لئے خلق خدا امنڈ پڑی حتی کہ بازار کے تمام راستے بند ہوگئے ۔ زائرین امامؑ کے اژدھام سے شہر نیشاپور چھلکنے لگا جب مرکب عالی شہر میں پہونچا تو ہجوم خلائق سے زمین پر ایک تل رکھنے کی بھی جگہ باقی نہ تھی اس وقت آپ فاطر (خچر) پر سوار تھے جس پر ایک چھاتا لگاہوا تھا جس بنا پر عقیدتمند امامؑ آپ کے روئے انور کی زیارت سے مشرف نہیں ہو پارہے تھے لہٰذا اس دور کے شہرت یافتہ حافظان حدیث ابوزرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی نے آگے بڑھ کر حضرت کی سواری کی باگ تھام لی جن کے ہمراہ اہل علم وحدیث کی بہت بڑی جماعت تھی۔ انہوں نے بیک آواز عرض کی اے کائنات کے امامؑ ہم لوگوں کو اپنے جمال باکمال سے مشرف فرمائیں اور اپنے جدنامدار کی کوئی حدیث سنا کر ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ یہ کہہ کر محمد بن رافع ، اسحاق ابن راہویہ ، احمد بن حارث ، یحییٰ ابن یحییٰ نے آپ کی سواری کی باگ تھام لی۔ ان کی استدعا سن کر آپ نے حکم دیا کہ چھتری کو ہٹالیا جائے اور سواری کو روک دیا جائے فوراً تعمیل حکم کی گئی آپ کے چہرہ انور کی زیارت سے مخلوق خدا کو خنکی چشم حاصل ہوئی۔ تمام لوگ ان کے روئے انور کی زیارت سے مشرف ہونے کی خوشی میں عقیدت کے آنسو بہاتے ، اپنے کپڑے پھاڑتے ، زمین پر لوٹتے اور مرکب اقدس کے زین ولجام کو بوسہ دیتے تھے یہاں تک کہ دو پہر ہوگئی لیکن موجودہ شوق وذوق کی پر جوشیوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تو علماء نے بآواز بلند کہا: اے لوگو! خاموش ہوجاؤ اور فرزند رسولؐ کے لئے تکلیف کا موجب نہ بنو۔ علماء کی استدعا پر تمام لوگ خاموش ہوگئے۔ حافظان حدیث کی جماعت کے التماس پر آپ نے فرمایا مجھ سے میرے والد بزرگوار امام موسیٰ کاظمؑ نے بیان کیا اور ان سے امام حسینؑ ناقل ہیں وہ

اپنے والد مہربان حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل امین نے آگاہ کیا کہ خداوند عالم نے فرمایا کلمة لاالہ الّا اللّٰہ حصنی فمن قالھا دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی ۳

یعنی کلمہ لا الہ الاّ للّٰہ میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں داخل ہوجائے گا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگا۔ یہ فرمانے کے بعد پردہ کھنچوادیا اور چند قدم آگے بڑھنے کے بعد فرمایا ولکن بشرطھا وشروطھا وانامن شروطھا یعنی جو شخص لاالہ الاّ اللّٰہ کہے وہ نجات ضرور پائے گا لیکن اس کے کہنے اور نجات پانے میں چند شرطیں ہیں اور ہم آل محمد بھی انہیں شرطوں میں سے ایک ہیں۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو انہیں اسناد کے ساتھ پڑھ کر دیوانہ پر پھونکا جائے ’’لافاق من جنونہ‘‘ تو ضرور اس کی دیوانگی جاتی رہے گی۔ ۴

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے یہ حدیث رسولؐ بیان کرکے اہل دنیا کو بتادیا کہ صرف لاالہ الاّ اللّٰہ کہنا کافی نہیں ہے بلکہ لا الہ الاّ اللّٰہ کہنے کے ساتھ ساتھ عذاب خدا سے محفوظ ومصئون رہنے کے لئے ولایت اہلبیت علیہم السلام کا اقرار جزو ولازم ہے۔ جب تک اہلبیتؑ کی ولایت قلب میں جاگزین نہ ہوگی اس وقت تک انسان جنت میں جانے کا مستحق نہیں ہوسکتا لہٰذا ائمہ اثنا عشری کی امامت کا اقرار کرنا ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ خدائی قلعہ میں داخل ہونے کے لئے لا الہ الاّ اللّٰہ زبان پر جاری کرنا ہے۔ غالبًا یہی مقام ہے کہ جہاں سے امام شافعی نے استفادہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: من لم یصل علیکم لا صلوٰة لہ (اے اہلبیت محمدؐ جو اپنی نماز میں تم پر صلوٰۃ نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہے)

امام علی رضا علیہ السلام صوبۂ خراسان کے شہر طوس اور قریہ سنا باد ہوتے ہوئے جب دارالخلافہ مرو پہونچے تو خلیفہ وقت نے بظاہر بہت تعظیم وتکریم کی۔ چند روز مہمان نوازی کے فرائض ادا کرنے کے بعد خلافت کو قبول کرنے کی پیشکش کی جسے امامؑ نے یہ کہتے ہوئے رد کردیا کہ اگر تیری خلافت منجانب اللہ ہے تو تمہیں یہ حق کہاں سے حاصل ہوا کہ تو اسے دوسرے کو بخشے اور اگر خلافت تیرا حق نہیں ہے تو تیری تفویض سے کیا ہوتا ہے اس طرح امامؑ نے مامون رشید پر یہ واضح کردیا کہ خلیفہ وہی افراد ہوسکتے ہیں جنہیں خدا نے بناکر بھیجا ہو علاوہ ازیں جو افراد خود خلیفہ بن گئے ہوں وہ خدائی منصب کے غاصب ہیں۔

جب مامون رشید نے یہ دیکھا کہ خلافت کو قبول نہیں کررہے ہیں تو ولی عہد بننے کی پیشکش

کی۔ جب امامؑ نے اس سے بھی انکار کیا تو مامون رشید نے صاف صاف لفظوں میں کہا ''لا بدّ من قبولک'' مگر یہ تو آپ کو قبول کرنا ہی پڑے گی چنانچہ امامؑ نے مامون کے یہ الفاظ سن کر حفاظت کی خاطر ولی عہدی بہ جبر و اکراہ قبول کر لی۔

دراصل مامون رشید نے امام عالی مقام کو ولی عہد تالیف قلوب اہل ایران کے لئے بنایا تھا اسے امام عالی مقام سے عقیدت والفت نہ تھی اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ریاستی اور ملکی معاملات میں ہرگز برداشت نہ کرسکتا تھا کہ بنی عباس سے بنی ہاشم کی طرف خلافت کسی حال میں بھی منتقل ہوجائے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد عید کا موقع آیا تو مامون نے کہلایا کہ آپ سواری پر جا کر لوگوں کو نماز عید پڑھائیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ میں نے تم سے پہلے ہی یہ شرط رکھدی تھی کہ بادشاہت اور حکومت کے کسی کام میں میں حصہ نہیں لوں گا اور نہ اس کے قریب جاؤں گا اس لئے مجھے نماز عید پڑھانے سے معاف رکھو مگر مامون مصر رہا کہ آپ نماز عید پڑھائیں! امامؑ نے فرمایا اگر تم مجھے اس خدمت سے معاف رکھو تو بہتر ہے ورنہ میں نماز عید کے لئے اسی طرح جاؤں گا جس طرح میرے جد امجد رسولؐ خدا تشریف لے جاتے تھے یہ سن کر مامون نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے کہ جس طرح آپ چاہیں۔ جب مامون نے امامؑ کو نماز عید پڑھانے کے لئے رضا مند کرلیا تو سواروں اور پیادوں کو حکم دیا کہ حضرت کے در دولت پر حاضر ہوں جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ آج امامؑ نماز عید پڑھانے کے لئے در دولت سے برآمد ہوں گے تو امامؑ کی شان دیکھنے کے لئے اپنی اپنی چھتوں پر عورتیں و بچے اور سڑکوں پر مردوں کا جم غفیر جمع ہوگیا اور وہ سب اس بات کے منتظر تھے کہ امامؑ کا اس جانب سے گذر ہو تو ہم امامؑ کے چہرۂ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوجائیں۔ ادھر امامؑ نے آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد غسل کرکے کپڑے تبدیل کیے، سفید عمامہ باندھا، عطر لگایا، اس کے بعد آپ عصا لے کر بیت الشرف سے برآمد ہوئے۔ ملازمین بھی ایسے ہی چلے۔ امامؑ نے پائجامہ آدھی پنڈلی تک اٹھالیا کپڑوں کو سمیٹ لیا، ننگے پاؤں ہوئے پھر دو تین قدم چل کر کھڑے ہوگئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کرکے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر! امامؑ کے ساتھ نوکروں اور غلاموں اور فوج کے سپاہیوں نے بھی تکبیر کی آواز بلند کی۔ راوی کہتا ہے کہ جب امام علی رضاؑ تکبیر کہتے تھے تو ہم لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ درودیوار اور زمین وآسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سنائی دیتا ہے یہ حالت دیکھ کر سب لوگ اور خود لشکر والے زمین پر گر پڑے تمام لوگوں نے چھریوں سے اپنی جوتیوں

کے کل تسمے کاٹ دیئے اور جلدی جلدی جوتیاں پھینک کر ننگے پاؤں ہوگئے۔ لوگوں میں ایک کہرام بپا ہوگیا جب اس کی اطلاع مامون کو پہونچی تو وہ بہت گھبرایا۔ مامون کے وزیر فضل بن سہل نے کہا اگر امام رضاؑ اسی طرح عیدگاہ تک پہونچ جائیں گے تو معلوم نہیں! کیا انقلاب برپا ہوجائے ؟ ایسا نہ ہو کہ تمام لوگ ان کی طرف ہوجائیں اور پھر ہمارا بچنا دشوار ہوجائے وزیر کی اس تقریر سے متنبہ ہوکر مامون نے کہلایا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی کہ میں نے آپ سے عید کی نماز پڑھانے کے لئے کہا چونکہ آپ کو زحمت ہورہی ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ زحمت اٹھائیں لہٰذا آپ واپس چلے جائیں اور پہلے جو شخص نماز پڑھاتا تھا وہی نماز پڑھادے گا اس طرح امامؑ کو واپس آنا پڑا اور نماز عید آپ سے نہ پڑھوائی گئی ۵؎

اس واقعہ سے یہ اظہر من الشّمس ہے کہ مامون نے دنیاوی غرض کے حصول کے لئے امامؑ عالی مقام کو ولی عہد بنایا تھا تاکہ نظام سلطنت کے امور میں کسی طرح کی دشواری نہ آنے پائے۔ ورنہ حقیقتاً جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ امامؑ سے اسے کسی طرح کی کوئی عقیدت نہ تھی اور امامؑ نے اپنے حسن تدبیر سے اس کی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے اپنے عمل سے یہ بھی بتادیا کہ اصل جانشین رسولؐ اور خلافت الٰہیہ کے مستحق اشخاص کی شان کیا ہوتی ہے وہ لوگوں سے بہ جبر واکراہ اپنی توقیر وتعظیم نہیں کراتے بلکہ لوگوں کے قلوب خود ان کے اعمال وافعال دیکھ کر کھنچے چلے آتے ہیں اور ان کی تعظیم وتکریم کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ چونکہ مخلوق خدا کی ہدایت ومدد الٰہی نمائندہ کا شعار ہوتا ہے اس لئے جب بھی خلق خدا کو ہمارے ائمہؑ نے پریشانیوں میں گھرے ہوئے دیکھا فوراً مدد کرنے کے لئے حاضر ہوگئے اور اس امر میں یہ بھی خیال نہ کیا کہ فلاں شخص ہمارے لئے درپے آزار رہا ہے یا ہمارا جانی دشمن ہے چنانچہ جب مامون کے دور خلافت میں شدید ترین قحط پڑا اور مامون نے حاضر ہوکر دست بستہ استدعا کی کہ قحط کی وجہ سے لوگ بھوک اور پیاس سے جاں بلب ہیں، ملک کی بری حالت ہوگئی ہے۔ آپ دعا فرمایئے کہ نزول باراں ہوجائے امامؑ نے فرمایا بادشاہ وقت گھبراؤ نہیں! دوشنبہ کے دن اپنے پروردگار سے طلب باراں کے لئے نکلوں گا چنانچہ وقت مقررہ پر امام علیہ السلام صحرا کی جانب چلے، صحرا میں پہونچ کر مصلّی عبادت کو بچھایا اور بارگاہ احدیت میں دست دعا کو بلند کیا ابھی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بوندیں پڑنے لگیں اور اس قدر بارش ہوئی کہ جل تھل ہوگیا اور اس طرح امامؑ نے بادشاہ وقت اور مخلوق خدا کو پریشانیوں سے نجات دلائی۔

اس دنیامیں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صاحبان کمال کے کمال کو چھپانے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں لیکن ان کی یہ کوششیں شرمندہ تعبیر نہیں ہو پاتیں۔ جب امامؑ کی اس کرامت کو لوگوں نے دیکھا تو اس کرامت کو چھپانے کے لئے حاسدوں میں سے حمید بن مہران نے آپ سے کہا لوگ آپ کے بارے میں بہت سے خرافات پھیلا رہے ہیں منجملہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے بارش کرادی ہے، جب کہ ہمارا یہ کہنا ہے کہ بارش جب عرصہ سے نہیں ہوئی تھی آپ دعا کرتے یا نہ کرتے بارش کوتو ہونا ہی تھا لہٰذا میری نظر میں آپ کی یہ کرامت کوئی وقعت نہیں رکھتی البتہ کرامت اور معجزہ یہ ہے کہ پیش نظر قالین اور مسند پر جو شیر کی تصویر بنی ہے اسے حکم دیجئے کہ مجھے پھاڑ کھائے۔ امامؑ نے جواب میں کہا دیکھ میں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ میری کرامت کو بیان کرے اور جہاں تک نزول باراں کا واقعہ ہے وہ خدا نے اپنی مہربانی اور عنایت سے نزول رحمت کیا ہے اور اسے تمام مخلوق نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر جو تجھے یہ تمنا ہے کہ شیر قالین ومسند مجسم ہوجائے اور تجھے پھاڑ کھائے تو لے یہ کیے دیتا ہوں اور یہ فرمانے کے بعد شیر قالین ومسند کی طرف متوجہ ہوکر آپ نے فرمایا اس فاسق وفاجر کو چیر پھاڑ کر اس طرح کھاجاؤ کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے۔ امامؑ کے یہ فرماتے ہی دونوں شیر کی تصویریں مجسم ہوگئیں اور انہوں نے ہمہمہ بھرکر کافرازلی کو پارا پارا کرکے کھالیا۔ اس واقعہ کو دیکھتے ہی مامون بے ہوش ہوگیا۔ حضرت نے مامون کو ہوش میں لاکر مشیروں کو حکم دیا کہ تو اپنی اصلی حالت وصورت میں پلٹ جا چنانچہ وہ شیر حکم امامؑ سے شیر قالین کی صورت میں پلٹ گئے۔ ۶؎

جب مامون نے امامؑ سے لجاجت اور خوشامد کی کہ اسے پھر سے زندہ کردیا جائے تو آپ نے فرمایا: کہ اگر موسیٰؑ کا عصا فرعون کے جادوگروں کو واپس کردیتا تو یہ میرا شیر بھی منکر فضیلت وکمال کو واپس کردیتا۔ اس طرح امام عالی مقام نے اپنے اعمال وافعال سے یہ ثابت کردیا کہ ہمارا اختیار پوری کائنات پر ہے لیکن ہم اپنے اختیار کو اس وقت تک بروئے کارنہیں لاتے جب تک کہ میرا دشمن بھی اپنی دشمنی کی مکمل حسرت کو مجھ سے نہ نکال لے اور اس کے بعد بھی ہم اپنے جان لیوا دشمنوں سے بھی انتقام نہیں لیتے جب تک کہ رضائے خالق شامل نہ ہو۔ جیسا کہ جد بزرگوار سے حارث ابن نعمان فہری نے ولایت علیؑ کے انکار کرنے کے بعد جب تک عذاب خدا کے نازل ہونے کا مطالبہ از خود نہیں کیا اس وقت تک اس پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ اسی طرح جب تک حمید بن مہران نے از خود

یہ نہ کہا کہ شیر قالین ومسند کو حکم دیجئے کہ مجھے پھاڑ کھائے اس وقت تک آپ نے شیر قالین ومسند کو حکم نہ دیا کہ اس کافر ازلی کو چیر پھاڑ کر کھا جائے۔اس مختصر تاریخی جائزہ سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ امامؑ ثامن کی حیات طیبہ انہیں اصولوں کے تحت گذری ہے جن کے تحت رسول خداؐ اور امام اول حضرت علیؑ اور باقی ائمہ علیہم السلام کی زندگی بسر ہوئی ہے جس سے کمال عصمت وطہارت کی عکاسی ہوتی ہے اور جو انہیں ذوات مقدسہ کا طرۂ امتیاز ہے۔

حوالے:

۱۔سورۂ انبیاء، آیت ۴۷

۲۔سورۂ قصص، آیت ۴۱

۳۔مسند امام رضاؑ، صفحہ ۷، طبع مصر

۴۔صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۲

۵۔ وسیلۃ النجاۃ، صفحہ ۳۸۲، مطالب السؤل، صفحہ ۲۸۲

۶۔کاشف النقاب شرح عیون اخبار رضا، صفحہ ۲۱۶